ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 3960

Program: BS Islamic Studies (Dars-e-Nizami)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ (شعبہ سیرت سٹڈیز)

کورس: مطالعہ متن حدیث (3960) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ (درس نظامی)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 1 (بوٹ: 1-4)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: موطا امام مالک کی کتاب حسن الخلق کی تعلیمات، اچھے اخلاق کے اصول، اہمیت اور اثرات (20 نمبر)

سوال نمبر 1۔ موطا امام مالک کی کتاب حسن الخلق میں مذکور تعلیمات کا تجزیاتی مطالعہ کرتے ہوئے اچھے اخلاق کے بنیادی اصول، ان کی اہمیت اور فرد و معاشرے پر ان کے اثرات پر جامع مضمون تحریر کریں۔ (20)

تعارف

علمِ حدیث کی قدیم ترین اور مستند ترین کتب میں موطا امام مالک کو جو مقام حاصل ہے وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ (93ھ تا179ھ) مدینہ منورہ کے امام اور دار الہجرہ کے فقیہ تھے۔ ان کی کتاب موطا میں عبادات اور معاملات کے ابواب کے بعد آخر میں کتاب حسن الخلق کے نام سے ایک باب قائم کیا گیا ہے، جس میں اچھے اخلاق سے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، آپ کے چند صحابہ و تابعین کے آثار جمع کیے گئے ہیں۔ اس باب کا مطالعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اسلام میں اخلاق کوئی اضافی یا ثانوی شے نہیں بلکہ دین کی روح اور ایمان کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ نمبر 1 میں ان تعلیمات کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ اس گائیڈ میں روایات کے مفاہیم و مضامین بیان کیے گئے ہیں؛ عین الفاظ و اسناد کے لیے اصل کتاب اور اس کی شروحات کی طرف رجوع ضروری ہے۔

موطا اور کتاب حسن الخلق کا اجمالی تعارف

موطا کو حدیث کی پہلی باقاعدہ مدون کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے، جس میں مرفوع احادیث کے ساتھ صحابہ کے اقوال اور اہلِ مدینہ کا عمل بھی درج ہے۔ کتاب حسن الخلق اس سلسلے کی آخری کڑیوں میں سے ہے اور اس کا مقصد یہ بتانا ہے کہ فقہی احکام کی تکمیل اخلاقی تربیت کے بغیر ادھوری ہے۔ اس باب میں حسنِ خلق کی فضیلت، مومن کی پہچان، نرم روی، صبر، سچائی اور لوگوں کے ساتھ بھلائی جیسے موضوعات آئے ہیں۔ مشہور روایت کا مفہوم اس باب میں یوں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کے مقاصد میں حسنِ اخلاق کی تکمیل کو خاص طور پر ذکر فرمایا (موطا امام مالک، کتاب حسن الخلق)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے تمام احکام کا ایک بڑا مقصد انسان کے باطن کی اصلاح اور اس کے رویے کی درستگی ہے۔

اچھے اخلاق کے بنیادی اصول

1۔ سچائی اور امانت

حسنِ خلق کی بنیاد سچائی ہے۔ سچا انسان قول و فعل میں یکساں ہوتا ہے، وعدہ پورا کرتا ہے اور امانت میں خیانت نہیں کرتا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات کا مفہوم ہے کہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کی طرف، جبکہ جھوٹ برائی اور بالآخر جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ اسی طرح امانت داری کو ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ جب یہ دو صفات فرد کی زندگی میں رچ بس جائیں تو اس کے تمام معاملات درست ہو جاتے ہیں، کیونکہ جھوٹ اور خیانت ہی ہر اخلاقی خرابی کی جڑ ہیں۔

2۔ صبر، برداشت اور غصے پر قابو

کتاب حسن الخلق کی تعلیمات میں صبر کو اخلاق کا ستون قرار دیا گیا ہے۔ مشہور روایت کا مفہوم ہے کہ طاقت ور وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ اصل طاقت ور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے (صحیح بخاری، صحیح مسلم)۔ مصیبت، تنگی اور لوگوں کی زیادتی پر صبر کرنا، انتقام کے بجائے معاف کر دینا اور نرمی اختیار کرنا وہ اوصاف ہیں جن سے انسان کا باطن مضبوط ہوتا ہے اور معاشرے میں فساد کے بجائے امن پھیلتا ہے۔ سورۃ آل عمران (آیت 159) کے مفہوم میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی کو لوگوں کے اجتماع کا سبب بتایا گیا ہے۔

3۔ سخاوت، احسان اور حقوق العباد

اچھے اخلاق کا تیسرا بڑا اصول دوسروں کے کام آنا ہے۔ بخل انسان کو خود غرض بناتا ہے جبکہ سخاوت دلوں کو جوڑتی ہے۔ موطا کی اخلاقی تعلیمات میں پڑوسی کے حقوق، مہمان کی عزت، یتیم و مسکین کی خبر گیری اور عام مسلمان کی خیر خواہی پر زور دیا گیا ہے۔ روایات کا مفہوم ہے کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا، اور مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں (صحیح بخاری، صحیح مسلم)۔ یہ اصول حقوق العباد کو عبادت جیسی اہمیت دیتا ہے۔

4۔ تواضع، نرمی اور حیا

تکبر اخلاق کی سب سے بڑی دشمن ہے اور تواضع اس کی زینت۔ حیا کو ایمان کا شعبہ کہا گیا ہے اور نرمی کو ہر چیز کی زینت قرار دیا گیا ہے۔ جو انسان متکبر ہوتا ہے وہ حق قبول کرنے سے محروم رہتا ہے، جبکہ متواضع انسان ہر دل میں جگہ بنالیتا ہے۔ سورۃ القلم (آیت 4) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو عظیم قرار دیا گیا، اور آپ کا یہی اسوہ مومن کے لیے نمونہ ہے: گفتگو میں نرمی، چال میں وقار، برتاؤ میں انکساری اور ہر حال میں اللہ کا خوف۔

اچھے اخلاق کی اہمیت

اخلاق کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ میزان میں سب سے وزنی چیز حسنِ خلق کو قرار دیا گیا ہے، اور قیامت کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریب وہ شخص ہوگا جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے (سنن ترمذی، کتاب البر والصلہ، مفہوم)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز روزہ جیسی عبادات کا مقصد بھی انسان کی سیرت سازی ہے؛ اگر عبادت کے باوجود رویہ خراب ہو تو عبادت کا ثمرہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ اخلاق درحقیقت دین کا عملی ترجمہ ہے: لوگ کتابیں کم پڑھتے ہیں، انسانوں کو زیادہ دیکھتے ہیں۔ مومن کا حسنِ خلق ہی دین کی سب سے مؤثر دعوت ہے۔

فرد پر اچھے اخلاق کے اثرات

فردی سطح پر حسنِ خلق سب سے پہلے دل کا سکون پیدا کرتا ہے۔ سچا اور امانت دار انسان ضمیر کی ملامت سے آزاد رہتا ہے، اس کی نیند اور اس کی روزی میں برکت آتی ہے۔ دوسرا اثر اعتماد ہے: جس کا اخلاق اچھا ہو لوگ اس پر بھروسا کرتے ہیں، اسے ذمہ داریاں سونپتے ہیں اور اس کی بات کا وزن مانتے ہیں۔ تیسرا اثر ذہنی و سماجی صحت ہے؛ صبر و شکر والا انسان مایوسی اور حسد جیسی تباہ کن کیفیات سے بچتا ہے۔ چوتھا اثر آخرت کی کامیابی ہے، کیونکہ اخلاق کا تعلق براہِ راست ایمان کی تکمیل سے جوڑا گیا ہے۔ یوں حسنِ خلق فرد کو دنیا میں عزت اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنتا ہے۔

معاشرے پر اچھے اخلاق کے اثرات

معاشرتی سطح پر اخلاق کے اثرات اور بھی گہرے ہیں۔ جس معاشرے میں سچائی اور امانت عام ہو وہاں تجارت پھلتی پھولتی ہے، دھوکا دہی اور مقدمہ بازی گھٹتی ہے اور ادارے مضبوط ہوتے ہیں۔ جہاں عفو و درگزر اور صبر کا رواج ہو وہاں چھوٹے جھگڑے بڑے فتنوں میں نہیں بدلتے۔ جہاں سخاوت اور ہمدردی ہو وہاں غریب و امیر کے درمیان خلیج کم ہوتی ہے اور جرائم کی شرح گھٹتی ہے۔ اس کے برعکس اخلاقی انحطاط والا معاشرہ عبادات کی کثرت کے باوجود امن سے محروم رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مدینہ کی پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد مسجد کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت اور مؤاخات پر رکھی گئی تھی، جس نے قبائلی دشمنیوں کو بھائی چارے میں بدل دیا۔

جدول: اخلاقی اصول، انفرادی اور اجتماعی ثمرات

اخلاقی اصول	فردی ثمرہ	اجتماعی ثمرہ
سچائی و امانت	ضمیر کا سکون، ساکھ	تجارت و اداروں میں اعتماد
صبر و عفو	غصے پر قابو، ذہنی سکون	جھگڑوں اور فتنوں میں کمی
سخاوت و احسان	بخل و خود غرضی سے نجات	غربت میں کمی، ہمدردی میں اضافہ
تواضع و نرمی	محبوبیت، حق پذیری	تکبر و طبقاتی کشمکش کا خاتمہ
حیا و پاکدامنی	نفس کی حفاظت	خاندانی و اخلاقی نظام کی مضبوطی

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ موطا امام مالک کی کتاب حسن الخلق کی تعلیمات اچھے اخلاق کو ایمان کا لازمی جزو قرار دیتی ہیں۔ سچائی، امانت، صبر، سخاوت، تواضع اور حیا اس کے بنیادی اصول ہیں۔ یہ اخلاق فرد کو سکون، ساکھ اور آخرت کی کامیابی دیتے ہیں اور معاشرے کو امن، اعتماد اور یکجہتی عطا کرتے ہیں۔ آج کے دور میں جب مادیت نے اخلاقی قدروں کو کمزور کر

دیا ہے، ان تعلیمات پر عمل ہمارے گھروں، اداروں اور بازاروں کی اصلاح کا سب سے مؤثر ذریعہ بن سکتا ہے۔ طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان روایات کو صرف معلومات کے طور پر نہ پڑھے بلکہ اپنی عملی زندگی میں اتارنے کا عزم کرے۔

سوال نمبر 2۔ امام محمد رحمہ اللہ کی علمی شخصیت، خدمات اور موطاامام محمد کی خصوصیات (20 نمبر)

سوال نمبر 2۔ امام محمد رحمہ اللہ کی علمی شخصیت، حدیث و فقہ کے میدان میں ان کی خدمات اور موطاامام محمد کی نمایاں خصوصیات کا تجزیاتی جائزہ پیش کریں۔ (20)

تعارف

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ (132ھ تا 189ھ) دوسری صدی ہجری کے ان عظیم علماء میں سے ہیں جنہوں نے ایک طرف عراق کے فقہی مکتب کو مدون شکل دی اور دوسری طرف حجاز کی روایتِ حدیث کو اپنے استاد امام مالک سے حاصل کر کے دونوں دھاروں کو جوڑ دیا۔ وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نامور شاگرد، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ساتھی اور فقہ حنفی کے بنیادی مدون ہیں۔ موطاامام محمد درحقیقت ان کی روایت کردہ موطامالک ہے، جس میں انہوں نے محض روایت نقل نہیں کی بلکہ فقہی تبصرے اور آثار کی روشنی میں مسائل کو واضح کیا ہے۔ اس سوال میں ان کی شخصیت، خدمات اور اس کتاب کی خصوصیات کا تجزیاتی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

امام محمد کی علمی شخصیت

امام محمد کی ولادت واسط میں ہوئی اور پرورش کوفہ میں ہوئی، جو اس وقت فقہ و حدیث کا بڑا مرکز تھا۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ کی مجلس میں تعلیم پائی، پھر امام ابو یوسف سے فقہ کی تکمیل کی، اس کے بعد مدینہ منورہ جا کر امام مالک سے موطا پڑھی اور ایک عرصہ ان کی صحبت میں رہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے سفیان ثوری، اوزاعی اور دیگر بڑے محدثین سے بھی استفادہ کیا۔ ان کی شخصیت کی نمایاں خوبیاں غیر معمولی ذہانت، وسیع مطالعہ، قیاس و استنباط کی مہارت اور درس و تصنیف سے گہری وابستگی تھیں۔ عباسی دور میں وہ قاضی کے

عہدے پر بھی فائز رہے اور امام شافعی جیسے عظیم امام نے ان سے فقہ پڑھی اور ان کی علمی عظمت کا اعتراف کیا۔ 189ھ میں رے کے مقام پر ان کا وصال ہوا۔ اسی سفر میں امام کسائی کا بھی انتقال ہوا، جس پر خلیفہ ہارون رشید کے بارے میں یہ جملہ مشہور ہے کہ آج فقہ اور لغت دونوں دفن ہو گئے۔

حدیث کے میدان میں خدمات

حدیث میں امام محمد کی سب سے بڑی خدمت موطا کی روایت اور کتاب الآثار جیسی تصانیف ہیں۔ انہوں نے حجاز و عراق دونوں کی روایات جمع کیں اور صحابہ و تابعین کے آثار کو محفوظ کیا۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ حدیث نقل کرنے کے ساتھ اس کے فقہی پہلو کو بھی بیان کرتے تھے، جس سے طالب علم کو حدیث اور اس سے مستنبط حکم دونوں ایک ساتھ مل جاتے ہیں۔ انہوں نے روایات کے باہمی تعارض کو حل کرنے، ناسخ و منسوخ کی بحث اور آثارِ صحابہ سے استدلال کا عمدہ نمونہ پیش کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کتب محدثین اور فقہاء دونوں کے ہاں مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں اور حنفی فقہ کی حدیثی بنیادیں سمجھنے کے لیے ان کا مطالعہ ناگزیر سمجھا جاتا ہے۔

فقہ کے میدان میں خدمات

فقہ میں امام محمد کا مقام مدونِ اول کا ہے۔ ان کی چھ کتابیں، جنہیں ظاہر الروایہ کہا جاتا ہے، فقہ حنفی کی بنیادی متون ہیں: المبسوط (الاصل)، الجامع الصغیر، الجامع الکبیر، السیر الصغیر، السیر الکبیر اور الزیادات۔ ان کتابوں میں عبادات، معاملات، نکاح و طلاق، تجارت اور بین الاقوامی تعلقات (سیر) کے ہزاروں مسائل منظم انداز میں درج ہیں۔ ان کی ایک بڑی خصوصیت مسائل کی تفریع ہے: ایک اصول سے درجنوں جزئیات نکال کر وہ فقہ کو ایک زندہ اور قابلِ عمل نظام بناتے ہیں۔ کتاب السیر الکبیر کو بین الاقوامی قانون کی قدیم ترین جامع کاوشوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہی تدوین بعد کے تمام حنفی فقہاء کی بنیاد بنی اور یہی وجہ ہے کہ انہیں فقہ حنفی کا معمار کہا جاتا ہے۔

موطاامام محمد کی نمایاں خصوصیات

1۔روایت ودرایت کا حسین امتزاج

موطاامام محمد کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ محض روایت کی کتاب نہیں بلکہ فقہ الحدیث کی کتاب ہے۔امام محمد ہر باب میں پہلے امام مالک کی روایت کردہ احادیث لاتے ہیں،پھر جہاں ضرورت ہو صحابہ و تابعین کے آثار پیش کرتے ہیں،اور اس کے بعد اپنا اور اپنے اساتذہ کا موقف بیان کرتے ہیں۔ان کے جملے اکثر اس انداز کے ہوتے ہیں کہ اسی پر ہمارا عمل ہے یا امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے۔اس طریقے سے کتاب بیک وقت حدیث، آثار اور فقہ کا مجموعہ بن جاتی ہے۔

2۔روایتِ یحییٰ سے فرق

موطا کی مشہور روایت یحییٰ بن یحییٰ لیثی کی ہے۔روایتِ محمد کا اس سے بنیادی فرق یہ ہے کہ اس میں فقہی ترتیب و تبویب کے ساتھ مسائل کی وضاحت بھی موجود ہے اور بعض ابواب میں وہ اضافی آثار بھی آ گئے ہیں جو عراقی مکتبِ فکر کے استدلال کو ظاہر کرتے ہیں۔نیز اس روایت میں بعض مقامات پر امام محمد احادیث کے درمیان تطبیق دیتے ہیں یا کسی روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اہلِ علم کا عمل اس کے خلاف ہونے سے یہ معمول بہا نہیں۔یہ تنقیدی رویہ کتاب کو ایک تحقیقی رنگ دیتا ہے۔

3۔مدنی و عراقی روایت کا سنگم

امام محمد واحد عالم ہیں جنہوں نے براہِ راست امام مالک سے موطا پڑھی اور امام ابو حنیفہ کے فقہی ورثے کے امین بھی تھے۔اس لیے ان کی موطا دو عظیم مکاتب کے درمیان پل کا کام کرتی ہے۔طالب علم اس سے یہ سیکھتا ہے کہ اختلافی مسائل میں شدت کے بجائے دلائل کا جائزہ کیسے لیا جاتا ہے اور کس طرح ایک ہی حدیث سے مختلف فقہاء نے اپنے اپنے اصولوں کے مطابق استنباط کیا۔یہ خصوصیت اس کتاب کو تقابلی فقہ کے مطالعے کے لیے بے حد قیمتی بناتی ہے۔

جدول: موطاامام محمد کا موطا کی مشہور روایت سے تقابلی خاکہ

پہلو	روایتِ یحییٰ لیثی	روایتِ محمد (موطا امام محمد)
اصل مقصد	امام مالک کی روایات و عملِ اہلِ مدینہ کی نقل	روایت کے ساتھ فقہی استنباط کی وضاحت
فقہی تبصرہ	نہایت محدود	باب کے آخر میں باقاعدہ موقف و تبصرہ
آثارِ صحابہ و تابعین	موجود مگر محدود دائرے میں	استدلال کے لیے وسیع تر استعمال
مکتبِ فکر کی نمائندگی	مالکی روایت	مدنی روایت اور حنفی فقہ کا امتزاج

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ حدیث و فقہ کے سنگم پر کھڑی عظیم شخصیت تھے۔ انہوں نے فقہ حنفی کی چھ بنیادی کتابوں کی صورت میں تدوین کا عظیم کارنامہ انجام دیا اور موطا کی روایت کے ذریعے حدیث کے ذخیرے کو محفوظ کر کے اس کی فقہی تشریح بھی فراہم کر دی۔ موطا امام محمد کی اصل پہچان روایت و درایت کا امتزاج، فقہی تبصرے، آثار سے استدلال اور مدنی و عراقی دھاروں کا سنگم ہے۔ آج بھی یہ کتاب اس بات کی بہترین مثال ہے کہ حدیث کا مطالعہ فقہ کی روشنی میں اور فقہ کا مطالعہ حدیث کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔

سوال نمبر 3: بیع کی شرائط کا تنقیدی مطالعہ اور فساد و عدم جواز کی صورتیں (20 نمبر)

سوال نمبر 3۔ بیع کی شرائط کا تنقیدی مطالعہ کریں اور فقہی اصولوں کی روشنی میں واضح کریں کہ کن حالات میں شرط یا معاملے کی کوئی صورت بیع کے فساد یا عدم جواز کا سبب بنتی ہے۔ اپنے موقف کو احادیث اور فقہی دلائل سے مدلل کریں۔ (20)

تعارف

بیع یعنی خرید و فروخت انسانی معاشرت کی بنیادی ضرورت ہے۔ اسلام نے تجارت کو حلال قرار دیا مگر اسے بے قید نہیں چھوڑا؛ اس کے لیے ایسے اصول و شرائط مقرر کیے جو فریقین کے حقوق کی حفاظت کریں اور ظلم، دھوکے اور نزاع کے دروازے بند کر دیں۔ سورۃ البقرہ (آیت 275) کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا، اور سورۃ النساء (آیت 29) کے مفہوم میں مال کو ناجائز طریقے سے کھانے سے منع کر کے باہمی رضامندی کی تجارت کو جائز ٹھہرایا۔ اس سوال میں بیع کی شرائط کا تنقیدی مطالعہ کر کے یہ واضح کیا جاتا ہے کہ کون سی شرائط یا صورتیں بیع کو فاسد یا ناجائز بناتی ہیں۔ واضح رہے کہ یہ فقہی اصولوں کا تعلیمی مطالعہ ہے؛ کسی مخصوص جدید معاملے پر فتویٰ یا حتمی حکم اہلِ علم اور مستند مفتیان کا کام ہے۔

بیع کی تعریف، ارکان اور شرائط کی اقسام

فقہی اصطلاح میں بیع مال کا مال کے ساتھ باہمی رضامندی سے تبادلہ ہے۔ اس کے بنیادی ارکان دو ہیں: صیغہ یعنی ایجاب و قبول، اور معقود علیہ یعنی مبیع (بیچی جانے والی چیز) اور ثمن (قیمت)۔ فقہاء نے شرائط کو چار قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ شرائطِ انعقاد وہ ہیں جن کے بغیر عقد سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا، جیسے عاقد کا عاقل ہونا اور مجلس کا ایک ہونا۔ شرائطِ صحت عقد کو درست بناتی ہیں، جیسے مبیع و ثمن کا معلوم ہونا اور جہالت و غرر سے خالی ہونا۔ شرائطِ نفاذ عقد کو مؤثر بناتی ہیں، جیسے بیچنے والے کا مالک یا مجاز ہونا اور چیز کا کسی دوسرے کے حق سے متعلق نہ ہونا۔ شرائطِ لزوم عقد کو لازم بناتی ہیں، جن کی تکمیل کے بعد فریقین یک طرفہ طور پر عقد نہیں توڑ سکتے، جیسے خیار کی مدت کا گزر جانا۔

جدول: بیع کی شرائط کی اقسام اور ان کی خلاف ورزی کا اثر

شرط کی قسم	مثال	خلاف ورزی کا نتیجہ
انعقاد	عاقد کا عاقل و صاحبِ اختیار ہونا، ایجاب و قبول	عقد منعقد ہی نہیں ہوتا (باطل)
صحت	مبیع و ثمن کا معلوم ہونا، غرر کی عدم موجودگی	بیع فاسد ہو جاتی ہے

عقد موقوف رہتا ہے، مالک کی اجازت پر منحصر	بیچنے والا مالک یا وکیل ہو، چیز رہن نہ ہو	نفاذ
عقد لازم نہیں ہوتا، فسخ کی گنجائش رہتی ہے	خیارات کا ختم ہونا	لزوم

شرطِ فاسد کی بحث

بیع میں ایسی شرط لگانا جو عقد کے تقاضے کے خلاف ہو اور جس میں کسی ایک فریق کے لیے خارج از عقد نفع ہو، فقہ حنفی کے نزدیک بیع کو فاسد کر دیتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص گھر بیچے اس شرط پر کہ خریدار ایک مہینہ اسے قرض دے گا، یا گاڑی بیچے اس شرط پر کہ خریدار اسے مرمت کروا تا رہے گا۔ اس کی دلیل وہ مشہور روایت ہے جس کے مفہوم میں بیع کے ساتھ شرط اور دو شرائط والی بیع سے منع کیا گیا ہے (سنن ترمذی، سنن نسائی، کتاب البیوع، مفہوم)۔ اس کے برخلاف جو شرط عقد کے تقاضے کے مطابق ہو، جیسے رہن یا ضمانت کی شرط، یا جس شرط کا عرف عام ہو اور اس سے نزاع پیدا نہ ہوتا ہو، مثلاً مال کی سپردگی کی جگہ دوست طے کرنا، وہ درست ہے۔ تنقیدی نکتہ یہ ہے کہ شرط کی ممانعت کا مقصد دراصل اس اجارہ داری اور اضافی نفع کا دروازہ بند کرنا ہے جو نزاع اور استحصال پیدا کرتا ہے؛ جہاں یہ علت نہ ہو، فقہاء نے عرف و حاجت کی بنا پر گنجائش تسلیم کی ہے۔

فساد و عدم جواز کی اہم صورتیں

1۔ غرر اور جہالت

صحیح مسلم کی روایت کے مفہوم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غرر والی بیع سے منع فرمایا۔ غرر سے مراد وہ غیر یقینی صورت ہے جس میں مبیع کا وجود، مقدار، وصف یا سپردگی مشکوک ہو، جیسے پانی میں مچھلی یا اڑتے پرندے کی بیع، یا ایسی چیز بیچنا جس کی جہالت فاحشہ نزاع کا باعث بنے۔ معمولی جہالت، جو عام طور پر برداشت کی جاتی ہے اور نزاع پیدا نہیں کرتی، فقہاء کے نزدیک معاف ہے۔ یہی تناسب آج کی پیچیدہ تجارت میں بھی رہنما اصول ہے کہ غیر یقینی صورت جتنی زیادہ اور مقصودی ہو گی، عدم جواز اتنا ہی مضبوط ہو گا۔

2۔ سود (ربا) سے متعلق صورتیں

سونے چاندی اور دیگر ربوی اشیاء کے تبادلے میں کمی بیشی یا ادھار سود کا دروازہ کھولتا ہے۔ مشہور حدیثِ ستہ اشیاء (صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، مفہوم) کا تقاضا ہے کہ ہم جنس ربوی چیزوں کا تبادلہ برابر اور فوری قبضے کے ساتھ ہو۔ اس اصول کی خلاف ورزی بیع کو فاسد اور سود کو حرام کرتی ہے۔ اسی زمرے میں بیع العینہ جیسی حیّل والی صورتیں بھی فقہاء کے ہاں متنازع و مذموم رہی ہیں، کیونکہ ان میں شکل بیع کی اور حقیقت سود کی ہوتی ہے۔

3۔ معدوم کی بیع، قبضے سے پہلے بیع اور دیگر ممنوع صورتیں

جو چیز موجود ہی نہیں اس کی بیع عام اصول کے تحت درست نہیں، البتہ سلم اور استصناع کو شریعت نے خاص شرائط کے ساتھ حاجت کی بنا پر جائز رکھا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصول کے ساتھ رخصت کا نظام بھی موجود ہے۔ اسی طرح خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے آگے بیچنے سے روکا گیا ہے (صحیح بخاری، صحیح مسلم، مفہوم)، کیونکہ اس میں ہلاکت کا خطرہ اور نزاع کا امکان ہوتا ہے۔ نیز نجش یعنی محض قیمت بڑھانے کے لیے جھوٹی بولی، دو بیعوں کو ایک میں ملانا، اور مسلمان بھائی کی بیع پر بیع کی پیشکش جیسی صورتیں بھی احادیث میں ممنوع آئی ہیں (صحیح بخاری، صحیح مسلم، کتاب البیوع، مفہوم)، کیونکہ یہ سب دھوکے اور باہمی تنافر کا سبب بنتی ہیں۔

فقہاء کے مواقف کا تقابلی نکتہ

ایک اہم تنقیدی نکتہ فاسد اور باطل کی تقسیم ہے۔ فقہ حنفی کے نزدیک جو خرابی عقد کی اصل میں ہو وہ باطل اور جو خرابی کسی خارجی وصف یا شرط میں ہو وہ فاسد کہلاتی ہے؛ فاسد بیع میں قبضے کے بعد ملکیت ناقص طور پر منتقل ہوتی ہے اور عقد کا فسخ لازم آتا ہے۔ جمہور فقہاء کے ہاں عام طور پر فاسد و باطل کو ایک ہی درجے میں رکھا جاتا ہے۔ یہ اختلاف محض اصطلاحی نہیں، اس کے نتائج مختلف ہوتے ہیں، مثلاً فاسد بیع میں ضمان اور منافع کے احکام۔ اسی طرح شرطِ فاسد کے اثر میں بھی تفصیل ہے: بعض فقہاء شرط کو باطل کر کے بیع کو درست رکھتے ہیں اور حنفیہ بیع ہی کو فاسد قرار دیتے ہیں۔ طالب علم کے لیے درست رویہ یہ ہے کہ اختلاف کو دلائل کے ساتھ سمجھے اور کسی ایک مسلک کی پیروی میں دوسرے موقف کو ہدفِ تنقیص نہ بنائے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ بیع کی شرائط کا نظام فریقین کو ظلم، دھوکے اور نزاع سے بچانے کے لیے ہے۔ شرطِ فاسد، غرر و جہالت، ربوی صورتیں، معدوم کی بے قید بیع اور قبضے سے پہلے فروخت وہ اہم صورتیں ہیں جو بیع کو فاسد یا ناجائز بنا دیتی ہیں۔ احادیث اور فقہی اصول دونوں اس پر متفق ہیں کہ تجارت کی حلت رضامندی، وضاحت اور عدل کے ساتھ مشروط ہے۔ عصر حاضر کے نئے معاشی معاہدوں کا جائزہ انہی اصولوں کی روشنی میں لیا جانا چاہیے، اور کسی بھی مخصوص معاملے کا حتمی شرعی حکم مستند اہلِ علم سے پوچھا جانا چاہیے۔

سوال نمبر 4: یونٹ نمبر 3 کی احادیث کا سلیس ترجمہ اور بنیادی تعلیمات و احکام (20 نمبر)

سوال نمبر 4۔ یونٹ نمبر 3 میں مذکور احادیث کا سلیس ترجمہ کرتے ہوئے ان سے حاصل ہونے والی بنیادی تعلیمات اور احکام کو مربوط انداز میں بیان کریں۔ (20)

تعارف اور طریقہ کار

متنِ حدیث کے مطالعے کا اصل مقصد صرف روایات کو پڑھنا نہیں بلکہ ان کے مفہوم کو صحیح طور پر سمجھ کر احکام و تعلیمات تک پہنچنا ہے۔ یونٹ نمبر 3 میں درج احادیث کا تعلق مومن کی عملی زندگی، خاص طور پر باہمی معاملات، سچائی و امانت اور حلال کسب کے اصولوں سے ہے۔ اس جواب میں ان مشہور و مستند روایات کے سلیس اردو تراجم (مفہوم کی صحت کے ساتھ) پیش کیے گئے ہیں اور پھر ان سے حاصل ہونے والی تعلیمات و احکام مربوط انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ طالب علم کے لیے ضروری تنبیہ یہ ہے کہ وہ اپنی مقررہ کتاب کے عین متن سے ان تراجم کا تقابل ضرور کر لے، کیونکہ یہاں مقصد روایت کے لفظی متن کی نقل نہیں بلکہ اس کے صحیح مفہوم تک رسائی ہے۔ ترجمے میں یہ اصول اختیار کیا گیا ہے کہ مشکل الفاظ کا مفہوم واضح کیا جائے، محاورے کو اردو محاورے میں ڈھالا جائے اور حکم کی علت جہاں روایت سے ظاہر ہو اسے بھی بیان کیا جائے۔

منتخب روایات کے سلیس تراجم

1۔ اعمال کا دارومدار نیت پر

ترجمہ (مفہوم): تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔ پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوئی اس کی ہجرت اسی مقصد کے لیے شمار ہوگی، اور جس کی ہجرت دنیا کے کسی فائدے یا کسی عورت سے نکاح کے لیے ہوئی تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لیے ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی (صحیح بخاری، صحیح مسلم)۔ یہ روایت تمام اعمال کی بنیاد ہے: کوئی بھی عمل، خواہ عبادت ہو یا عام، نیت کے بغیر درجہ نہیں پاتا۔

2۔ خیارِ مجلس اور سچائی میں برکت

ترجمہ (مفہوم): خریدار اور فروخت کنندہ کو اس وقت تک (معاملہ ختم کرنے کا) اختیار رہتا ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں۔ پھر اگر دونوں سچ بولیں اور (عیب و وصف) واضح کر دیں تو ان کی بیع میں برکت ڈال دی جاتی ہے، اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور عیب چھپائیں تو ان کی بیع کی برکت مٹا دی جاتی ہے (صحیح بخاری، صحیح مسلم، کتاب البیوع)۔ اس روایت میں تجارت کے دو سنہرے اصول دیے گئے ہیں: معاملے کی وضاحت اور سچائی، جو برکت کی شرط ہیں۔

3۔ دھوکے کی ممانعت

ترجمہ (مفہوم): جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غلے کے ڈھیر کے پاس سے گزرے، ہاتھ اندر ڈالا تو اندر سے نمی محسوس ہوئی؛ وجہ معلوم ہونے پر کہ یہ بارش سے بھیگا ہوا غلہ اوپر کی خشک تہ کے نیچے چھپایا گیا تھا، آپ نے فرمایا کہ اسے اوپر کیوں نہ رکھا تاکہ لوگ دیکھ لیتے، اور دھوکا دینے والے کو اپنے طریقے سے خارج قرار دیا (صحیح مسلم، کتاب الایمان)۔ اسی مفہوم کی روایات غش یعنی ملاوٹ و دھوکے کی تمام صورتوں کو شامل ہیں۔

4۔ سچا تاجر اور اس کا مقام

ترجمہ (مفہوم): سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا (سنن ترمذی، کتاب البیوع)۔ اس روایت نے تجارت کو محض پیشہ نہیں بلکہ امانت و سچائی کے ساتھ کیا جائے تو عبادت اور قربِ الٰہی کا ذریعہ قرار دیا۔ اس کے بالمقابل جھوٹی قسمیں کھا کر مال بیچنے اور عیب چھپانے کی سخت مذمت بھی احادیث میں آئی ہے۔

5۔ غرر، نجش اور دھوکے کی دیگر صورتوں کی ممانعت

ترجمہ (مفہوم): نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر پھینک کر کی جانے والی بیع اور غرر والی بیع سے منع فرمایا (صحیح مسلم، کتاب البیوع)۔ اسی طرح تاجروں کے قافلے کو شہر سے باہر جا کر ملنے اور اس کا مال سستا خریدنے، شہر والے کا دیہاتی کے مال کو کمیشن پر بیچنے میں دھوکے کی صورت پیدا کرنے، اور محض قیمت چڑھانے کے لیے جھوٹی بولی لگانے (نجش) سے منع فرمایا گیا (صحیح بخاری، صحیح مسلم، مفہوم)۔ ان تمام ممانعتوں کی مشترک علت دھوکے اور ظلم کا سدِ باب ہے۔

بنیادی تعلیمات و احکام

ان روایات سے پہلی بنیادی تعلیم یہ ملتی ہے کہ معاملے کی درستگی کا آغاز نیت سے ہوتا ہے؛ حلال کمانے کی نیت ہی تجارت کو عبادت بناتی ہے۔ دوسری تعلیم یہ ہے کہ بیع میں رضامندی اور اختیار کا اصول برقرار رہے، اسی لیے خیارِ مجلس اور دیگر خیارات کو شریعت نے تسلیم کیا۔ تیسری تعلیم سچائی اور بیانِ عیب ہے: عیب چھپانا حرام اور سچائی برکت کا ذریعہ ہے۔ چوتھی تعلیم یہ ہے کہ غیر یقینی اور دھوکے والی تمام صورتیں ممنوع ہیں تاکہ بازار میں اعتماد قائم رہے۔ پانچویں تعلیم یہ کہ دولت کی گردش عدل کے ساتھ ہو؛ کمزور فریق، جیسے دیہاتی بیچنے والا، کا استحصال روکا جائے۔ فقہی احکام کی سطح پر ان سے یہ اصول نکلتے ہیں کہ غرر والی بیع درست نہیں، عیب چھپانے والے کے خلاف خریدار کو خیارِ عیب حاصل ہوتا ہے، اور دھوکے سے حاصل کیا گیا نفع حلال نہیں رہتا۔ انفرادی احکام کی جزئی تطبیق میں فقہاء کی تفصیلات موجود ہیں جن کا مطالعہ متعلقہ کتبِ فقہ سے کیا جائے۔

عصر حاضر سے ربط

یہ تعلیمات آج کے بازار کے لیے بھی مکمل رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ آن لائن تجارت میں تصویر اور اصل چیز کا فرق، پراڈکٹ کی غلط تفصیل اور جعلی جائزے اسی غش کے زمرے میں آتے ہیں جس سے روک دیا گیا ہے۔ اسی طرح غیر یقینی سرمایہ کاری اسکیمیں اور دھوکے کی تشہیر غرر و دھوکے کے اصولوں کی زد میں آتی ہیں۔ اگر تاجر برادری ان روایات کو اپنا لے تو بازار کا اعتماد بحال ہو اور معاشرے میں بد دیانتی کی شکایات ختم ہو جائیں۔ طالب علم کے لیے سبق یہ ہے کہ حدیث کا متن محض امتحانی مواد نہیں، عملی زندگی کا قانون ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ یونٹ نمبر 3 کی احادیث نیت کی اصلاح، سچائی و امانت، معاملے کی شفافیت اور دھوکے و غرر کی ممانعت جیسے بنیادی اصول دیتی ہیں۔ ان کا سلیس ترجمہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اسلام تجارت کو عبادت کا درجہ دیتا ہے مگر عدل و سچائی کی شرط کے ساتھ۔ ان سے حاصل ہونے والے احکام بازار کے نظام کو ظلم سے پاک اور اعتماد پر مبنی بناتے ہیں، اور یہی اصول آج کی معاشی زندگی میں بھی پوری طرح قابلِ عمل ہیں۔

سوال نمبر 5: شرح معانی الآثار، کتاب الزکوٰۃ کے اصولوں کی روشنی میں موجودہ زندگی میں زکوٰۃ کا عملی اطلاق (20 نمبر)

سوال نمبر 5۔ شرح معانی الآثار کی کتاب الزکوٰۃ میں مذکور احکام و اصول کی روشنی میں موجودہ معاشرتی زندگی میں زکوٰۃ کے عملی اطلاق کی صورتیں بیان کریں اور واضح کریں کہ ان اصولوں سے معاشرے کے مستحق افراد کو کس طرح فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے۔ (20)

تعارف

زکوٰۃ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک عبادت ہے جو مالی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مکمل معاشی و سماجی نظام بھی ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ (239ھ تا 321ھ) کی شہرہ آفاق کتاب شرح معانی الآثار میں کتاب الزکوٰۃ کے تحت زکوٰۃ سے متعلق مختلف روایات جمع کر کے ان کے باہمی تعارض کو حل کیا گیا اور فقہی اصول مستنبط کیے گئے ہیں۔ امام طحاوی کا منہج یہ ہے کہ وہ ایک مسئلے میں آنے والی تمام روایات پیش کرتے ہیں، ان کی اسناد و متون کا جائزہ لیتے ہیں اور جمع، نسخ یا ترجیح کے ذریعے راجح موقف واضح کرتے ہیں۔ اس سوال میں انہی احکام و اصولوں کی روشنی میں آج کی معاشرتی زندگی میں زکوٰۃ کے عمومی اطلاق کی صورتیں بیان کی جاتی ہیں۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ زکوٰۃ کی جزئی مقداروں اور نئے مسائل کے احکام میں اہلِ علم کا اختلاف پایا جاتا ہے؛ اس جواب میں اصول و اطلاق کی عمومی رہنمائی مقصود ہے، مخصوص فتویٰ نہیں۔

زکوٰۃ کے بنیادی احکام و اصول

شرح معانی الآثار کی مباحث سے زکوٰۃ کے جو بنیادی اصول سامنے آتے ہیں ان میں سب سے پہلا یہ ہے کہ زکوٰۃ اس مال پر فرض ہے جو نصاب کو پہنچے اور اس پر سال گزر جائے، جبکہ زرعی پیداوار اور بعض اموال کے احکام اس سے مستثنیٰ ہیں۔ دوسرا اصول مصارف کی تحدید ہے: سورۃ التوبہ (آیت 60) کے مفہوم میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف متعین کیے گئے ہیں: فقراء، مساکین، عاملینِ زکوٰۃ، مؤلفۃ القلوب، غلاموں کی آزادی، قرض دار، فی سبیل اللہ اور مسافر۔ تیسرا اصول قصد و نیت ہے کہ زکوٰۃ محض رسم نہیں بلکہ اللہ کے حکم کی تعمیل کے جذبے سے ادا کی جائے، جیسا کہ سورۃ التوبہ (آیت 103) کے مفہوم میں اسے مال کی پاکیزگی اور تزکیۂ نفس کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ چوتھا اصول یہ کہ زکوٰۃ مقامی مستحقین سے شروع کی جائے اور مال دار سے لے کر محتاج تک پہنچائی جائے، جس کا مفہوم حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت دی گئی ہدایت میں موجود ہے (صحیح بخاری، صحیح مسلم)۔

موجودہ معاشرتی زندگی میں عملی اطلاق کی صورتیں

1۔ نقد رقم، بینک بیلنس اور تنخواہ

آج مال کی بڑی صورت نقد، بینک کھاتے اور تنخواہ ہے۔ عملی صورت یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والا اپنے تمام نقد اثاثے، بینک بیلنس اور قابلِ وصول رقوم جمع کر کے بنیادی ضرورت سے زائد مال پر سال پورا ہونے پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ نکالے۔ تنخواہ دار طبقے کے لیے آسان صورت ماہانہ بنیاد پر حساب رکھنا یا ایک مقررہ قمری تاریخ پر کل اثاثوں کا جائزہ لینا ہے۔ کاروباری شخص کے لیے تجارتی سامان کی موجودہ قیمت بھی اسی حساب میں شامل ہوتی ہے۔ زیورات کی زکوٰۃ جیسے اختلافی مسائل میں طالب علم کو اپنے مسلک کے مستند علماء کی رہنمائی پر عمل کرنا چاہیے۔

2۔ زراعت، مویشی اور جدید اثاثے

زرعی معاشرے میں آج بھی عشر و نصف عشر کے اصول زمین کی پیداوار پر لاگو ہوتے ہیں، جن کی شرح آب پاشی کے طریقے سے متعلق رکھی گئی ہے (سنن کی روایات، مفہوم)۔ اسی طرح حصص (شیئرز)، کرایے کی جائیداد اور کاروباری شراکت جیسے جدید اثاثے بھی بڑھنے والے مال کے عمومی اصول کے تحت آتے ہیں؛ ان کی جزئی صورتوں پر عصری فقہاء نے بحث کی ہے۔ مویشیوں کی زکوٰۃ دیہی علاقوں میں آج بھی براہِ راست قابلِ عمل ہے۔ اصول یہ ہے کہ جو مال عرف میں نمو پانے والا مال شمار ہوتا ہے اس میں زکوٰۃ کا عمومی حکم جاری ہو گا۔

3۔ انفرادی ادائیگی اور اجتماعی نظام

عملی اطلاق کی دو بڑی صورتیں ہیں۔ پہلی انفرادی ادائیگی، جس میں صاحبِ مال خود مستحق تلاش کر کے زکوٰۃ پہنچاتا ہے؛ اس میں قرابت دار مستحقین اور مقامی ضرورت مندوں کو ترجیح فضیلت رکھتی ہے، البتہ اس میں تحقیق اور رازداری کا خیال ضروری ہے۔ دوسری صورت اجتماعی نظام ہے، یعنی قابلِ اعتماد ادارے اور فلاحی تنظیمیں جو زکوٰۃ جمع کر کے

مستند تحقیق کے بعد مصارف میں خرچ کرتی ہیں۔ سورۃ التوبہ میں عاملین کو باقاعدہ مصرف قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ زکوٰۃ کا منظم ادارہ جاتی نظام شریعت کو مطلوب ہے۔

آج بڑے پیمانے کی غربت کے حل کے لیے ادارہ جاتی نظام زیادہ مؤثر ثابت ہوتا ہے، بشرطیکہ شفافیت اور شرعی مصارف کی پابندی یقینی ہو۔

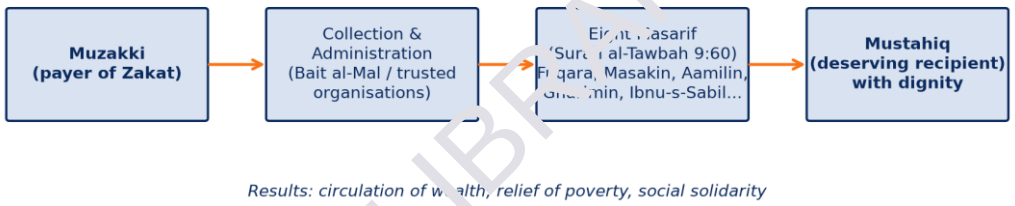

تصویر: زکوٰۃ کا چکر — ادا کنندہ سے مستحق تک مال کی منظم ترسیل اور اس کے سماجی ثمرات

مستحق افراد کو ان کے دلوں سے فائدہ پہنچانے کی صورتیں

زکوٰۃ کا پہلا فائدہ فوری امداد ہے: بھوکے کو کھانا، بیمار کو علاج، بے گھر کو سر چھپانے کی جگہ اور قرض دار کو قرض سے نجات ملتی ہے۔ لیکن اس نظام کی اصل حکمت عارضی امداد سے آگے بڑھ کر مستحق کو خود کفیل بنانا ہے۔ فقہاء نے یہ اصول بیان کیا ہے کہ مستحق کو اتنا دیا جائے کہ وہ محتاجی سے نکل آئے؛ آج اس کی عملی صورتیں یہ ہیں کہ کسی بیروزگار کو چھوٹا کاروبار شروع کرا دیا جائے، کسی طالب علم کی تعلیم مکمل کرا دی جائے، کسی ہنرمند کو اوزار مہیا کر دیے جائیں یا کسی بیوہ کے لیے مستقل آمدنی کا ذریعہ بنایا جائے۔ اسی طرح اجتماعی سطح پر زکوٰۃ سے ہسپتال، یتیم خانے اور تعلیمی وظائف کے وہ منصوبے چل سکتے ہیں جو انفرادی طور پر ممکن نہیں۔ سورۃ الحشر (آیت 7) کے مفہوم میں دولت کی اس گردش کو مقصد بتایا گیا ہے کہ مال صرف مال داروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے؛ زکوٰۃ اسی گردش کو سالانہ بنیاد پر یقینی بناتی ہے۔

جدول: زکوٰۃ کے اصول اور آج کی عملی تطبیق

اصول	ماخذ و بنیاد	آج کی عملی صورت

نقد، بینک، تجارتی مال کا سالانہ حساب	شرح معانی الآثار، کتاب الزکوٰۃ کی مباحث	نصاب و حول
آٹھ مصارف کے سوا زکوٰۃ کا استعمال نہیں	سورۃ التوبہ، آیت 60 کا مفہوم	مصارف کی پابندی
پہلے قرابت دار و مقامی مستحقین	حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی ہدایت (بخاری، مسلم)	مقامی ترجیح
شفاف فلاحی اداروں کے ذریعے تقسیم	عاملینِ زکوٰۃ کا مصرف ہونا	ادارہ جاتی نظام
کاروبار، تعلیم و ہنر کے لیے سرمایہ	مستحق کو غنی بنانے کا فقہی اصول	خود کفالت

عملی مشکلات اور ان کا حل

آج کے دور میں زکوٰۃ کے اطلاق کی بڑی مشکلات میں مستحق کی درست شناخت، غیر مستحق افراد کی مداخلت، زکوٰۃ کی رقم کو نشہ کے لیے استعمال کرنا اور غیر مصارف میں خرچ شامل ہیں۔ ان کا حل یہی اصول ہیں جو فقہی کتب میں موجود ہیں: تحقیق کر کے دینا، دیتے وقت مستحق کی عزتِ نفس کا تحفظ، اداروں کا آڈٹ و شفافیت، اور رقم کی ترسیل میں امانت کی پابندی۔ ایک اور مشکل دوہری گنتی اور حساب کی پیچیدگی ہے، جس کے لیے آج کل مستند زکوٰۃ کیلکولیٹر اور علماء کی رہنمائی میں بنے ہوئے رہنما کتابچے مدد دیتے ہیں، مگر ان پر آنکھ بند کر کے اعتماد کرنے کے بجائے اپنے حساب کی بنیاد سمجھنا ضروری ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ شرح معانی الآثار کی کتاب الزکوٰۃ جن اصولوں کو واضح کرتی ہے، نصاب و حول، مصارف کی تحدید، مقامی ترجیح اور امانت داری، وہ آج بھی زکوٰۃ کے عملی اطلاق کی بنیاد ہیں۔ جدید مال کی صورتوں پر انہی اصولوں کا اطلاق کر کے اور انفرادی ادائیگی کے ساتھ شفاف ادارہ جاتی نظام قائم کر کے مستحقین کو فوری امداد کے ساتھ ساتھ خود کفالت تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس طرح زکوٰۃ محض ایک مالی رسم نہیں رہتی بلکہ غربت کے خاتمے، دولت کی منصفانہ گردش اور معاشرتی ہمدردی کا زندہ نظام بن جاتی ہے۔